گداگری کے
خاتمہ کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات

از: ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

شعبہ اسلامیات جی سی یونیورسٹی لاہور

تعلیمات نبوی کے احسانات میں سے یہ بھی انسانیت پر احسان کہ انسان کو کائنات میں اس کے مقام ومرتبہ سے آشنا کرایا، ﴿ولقد کرمنا بنی آدم﴾، کا تاج کرامت ﴿**لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم**﴾ کا حسن ازلی، حامل امانت الٰہی خالق وملائکہ کی صلوۃ کا مستحق اور محبوب الٰہی کا مقام بلند، اسی انسان کو عطا ہوا، زمین وآسمان کی ساری صلاحیتیں اسی کے لئے ہر لمحہ سرگرم عمل ہیں، یہی مخدوم کائنات ہے، ان فضائل وکمالات کی بناء پر انسان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنا ضروریات کی تکمیل کے لئے اپنے ہی جیسے انسان کے سامنے دست سوال دراز کرے، گداگری کا نہ جانے آغاز کب ہوا لیکن یہ انسانیت کے لئے بدنما دھبہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت سے اس کالک کو دور کیا۔ آپ نے انسان کی ان تمام نفسیاتی الجھنوں کو حل فرمایا جو اس انسانیت سوز پیشہ کا محرک بنتی ہیں۔ گداگری کے انسداد کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(۱) سوال کرنے کی مذمت:

نبی کریم ﷺ نے سوال کرنے کو اس قدر مذموم قرار دیا کہ صحابہ اپنی ضروریات کے لئے بھی دوسروں سے جائز سوال کو مناسب خیال نہ کرتے۔ حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہم نو، آٹھ یا سات آدمی تھے۔ آپ نے فرمایا کیا تم اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت نہیں کرتے اور ہم نے انہی دنوں آپ سے بیعت کی تھی، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں۔ آپ نے پھر فرمایا: تم اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت نہیں کرتے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ ﷺ۔ ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں۔

آپ نے پھر فرمایا تم اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرتے! عوف کہتے ہیں ہم نے ہاتھ بڑھا دیئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ۔ ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں، اب کس چیز کی بیعت کریں؟ آپ نے فرمایا اس بات کی کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے اور پانچ نمازیں پڑھو گے اور اللہ تعالی کی اطاعت کرو گے اور ایک بات آہستہ سے فرمائی ''**ولا تسئالون الناس شيئا**'': اور لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔

حضرت عوف کہتے ہیں میں نے بیعت کرنے والے اس گروہ کے بعض ساتھیوں کو دیکھا کہ ''**يسقط سوط احدهم فما يسال احد ان يناله اياه**'' اگر ان کا چابک بھی گر جاتا تو وہ کسی سے اس کے اٹھا کر دینے کا سوال نہ کرتے (۱)۔

نبی کریم ﷺ نے گداگری کے گھناؤنے اثرات کو بیان کرتے ہوئے یہ خبر بھی سنائی کہ سوال کرنے والے کے چہرے سے حسن و نور بھی غائب ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایسا آدمی جب بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوگا تو ''**وليس فی وجهه مضغة لحم**'' اس

کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہوگا (۲)۔

ایک اور روایت میں آپ نے فرمایا کہ جو آدمی اپنا مال بڑھانے کے لئے لوگوں سے مانگتا ہے تو وہ انگاروں کا سوال کرتا ہے خواہ کم کرے یا زیادہ (۳)۔

ایسے آدمی کے لئے اس چیز کو واضح فرمادیا کہ مانگنے والا کبھی سیر نہیں ہوسکتا۔ ''کانك الذی یأكل ولا یشبع''۔

ان تنبیہات کے بعد انسان بھوکا رہنا گوارہ تو کرسکتا ہے

کسی کے سامنے سوال دراز کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

امام غزالی نے سوال کو حرام قرار دیا اور حالت اضطرار میں مباح۔ وہ سوال کی حرام ہونے کی تین وجوہ لکھتے ہیں:

۱۔ لوگوں سے سوال کرنا اللہ تعالی سے شکایت ہے۔جس طرح کسی کا غلام دوسرے سے سوال کرے تو اس کا مانگنا آقا کی ہتک اور شکایت ہوتی ہے۔

۲۔ سوال میں انسان اپنے نفس کو اللہ تعالی کے سوا دوسرے کے سامنے ذلیل کرتا ہے اور یہ مؤمن کے لئے جائز نہیں۔

۳۔ اکثر دینے والے کو سائل کے رویہ سے ایذا ہوتی ہے۔

(ب) عمل اور کسب و سعی کا حکم:

نبی کریم ﷺ نے فارغ البالی اور کسل کو پسند نہیں فرمایا بلکہ کارگاہ حیات میں

مؤمن اپنی دنیا و آخرت کو سنوارنے کے لئے مشغول و مصروف رہتا ہے۔ قرآن کریم بندہ مؤمن کی مشغولیت کو عمل صالح سے تعبیر کیا ہے۔ عمل صالح کی وضاحت حمید الدین فراہی نے ان الفاظ میں کی ہے: ''جو انسان کے لئے زندگی اور نشو ونما کا سبب بن سکے اور جس کے ذریعہ سے انسان ترقی کے ان اعلیٰ مدارج تک پہنچ سکے جو اس کی فطرت میں ودیعت ہیں'' (۶)۔

قرآن نے ایک نہایت اہم نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے عمل صالح کتنا ہی صلاحیت بخش کیوں نہ ہو اگر اسکی جڑ میں ایمان نہیں تو وہ قابل قبول نہیں اس لئے ایمان اور عمل صالح کا ذکر اکٹھا آیا گویا عمل صالح اس ایمان کا شاہد ہوتا ہے جو دل میں مستور ہوتا ہے۔ شاید اسی وجہ سے نماز جمعہ ادا کرنے سے پہلے کاروبار میں مشغولیت بیع تھی اور بعد میں یہی کسب وسعی ''فضل اللہ'' بن گئی (۷)۔

قرآن کریم نے زرق حلال کے لئے کسب وسعی کے ساتھ ذکر کیا:

﴿واخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل الله واخرون یقاتلون فی سبیل الله﴾ (۸)۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں رزق حلال کے لئے جدوجہد کا مقام بڑا اور اونچا ہے کہ اس کو مجاہدین کے ساتھ شمار کیا گیا۔

اس ضمن میں مفسرین نے ایک روایت نقل کی ہے کہ جو شخص ایک شہر سے خوراک کا سامان کسی دوسرے شہر میں لے آتا ہے اور اس دن کے بھاؤ کے مطابق فروخت کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہداء کے مرتبہ کے برابر ہے، پھر حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿واخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل الله

واخرون یقاتلون فی سبیل اللہ﴾ (۹)۔

قرآن کریم میں تقریبا ۳۶۰ آیات ہیں جن میں عمل کی اہمیت ، عامل کی مشغولیت اور جزاء ان کے حقوق و واجبات کا ذکر ہے۔اس سے اسلام میں عمل کے مقام و مرتبہ کا تعین ہوتا ہے(۱۰)۔

نبی کریم ﷺ کا اس ضمن میں عملی نمونہ بھی یہی ہے کہ آپ خود ہاتھ سے کام کرتے اور اس کو پسند فرماتے۔آپ نے چند قراریط پر اہل مکہ کی بکریاں چرائیں (۱۱) مسجد نبوی کی تعمیر میں شریک ہوئے (۱۲)۔

غزوہ احزاب میں خندق کی کھدائی میں حصہ لیا (۱۳) آپ خود گھر کی صفائی فرمالیتے ۔ اونٹ کو باندھ لیتے اور اپنے جانور کو چارہ بھی دیتے اور خدمت گار کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور آٹا گوندھنے میں اس کا ہاتھ بٹاتے اور بازار سے سودا بھی لے آتے ۔ (۱۴)۔

ان عملی تعلیمات کے ساتھ ساتھ آپ کے ارشادات بھی ہیں جو رزق حلال کے لئے کسب و سعی کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کا رسی لے کر جانا اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے،ایک روایت میں ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لاد کر لائے تو یہ سوال کرنے سے بہتر ہے(۱۵)۔

صحابہ نے آپ کے اسوہ حسنہ کا مشاہدہ کیا اور ارشادات کو سنا تو ان کی حالت یہ ہوگئی کہ کسل اور فارغ البالی کے ایام گزارنا پسند ہی نہ کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے کثرت روایات کا جب سبب دریافت کیا تو آپ نے صحابہ کی مشغولیات و مصروفیات کی طرف اجمالا اشارہ کیا۔مہاجرین کے بارے میں فرمایا کہ وہ بازار میں مشغول رہتے ہیں اور انصار کا بتایا کہ وہ کھیتوں اور باغات میں کام کرتے ہیں(۱۶)۔

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کی یہ حالت بیان کی کہ ان کے جسم سے بو آتی اور کہا جاتا ہے کہ کاش وہ نہا لیتے (۱۷) یہ تھا تربیت نبوی کا اثر وہ آج کے پیران عظام اور علمائے کرام کی طرح دوسروں کے دست نگر بننا نہ چاہتے تھے اس لئے شدید مشقت کرتے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے کاروبار، حضرت ابوبکر تجارت اور حضرت عمر کی بازار میں مشغولیت کا ذکر بھی ہے۔

مفتی محمد شفیع نے سورۃ النور کی آیت ۳۷ کی وضاحت کرتے ہوئے صحابہ کے طرز معیشت کے بارے میں لکھا ہے: ''اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام زیادہ تر تجارت پیشہ یا صنعت پیشہ تھے'' (۱۸)۔

اسی طرح امام بخاری نے حداد (بڑھی)، خیاط (درزی، نساخ) (کپڑا بننے والا)، نجار (بڑھی)، صائغ (سنار) سے متعلقہ مختلف روایات نقل کی ہیں جو انسان کو کسب وسعی کی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ ہمارے ائمہ کے ناموں کے ساتھ مختلف پیشوں کی نسبتیں (جیسے بزاز، قفال، جصاص، قطان وغیرہ) بھی ظاہر کرتی ہیں کہ علم وعمل کے ان بلند سپوتوں نے عمل صالح کا کیا جامع تصور لوگوں کی سامنے پیش کیا۔

امام شعرانی نے کیا خوب کہا: ''کیا ہی اچھا ہو کہ درزی اپنی سوئی کو اور بڑھئی اپنی آری کو تسبیح بنالے'' (۱۹)۔

تعلیمات نبوی ﷺ نے ان تصورات ونظریات کی بیخ کنی کر دی جو انسان کے عمل کسب وسعی میں رکاوٹ بنتے ہیں:

۱۔ ایک رکاوٹ توکل علی اللہ کی غلط تعبیر وتشریح ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں توکل، کسب وسعی اور نتیجہ اللہ پر چھوڑنا ہے نہ کہ کسب وسعی سے دستبردار ہونا۔

۲۔ دین اور دنیا کی تفریق کی آڑ میں ترک دنیا کو انتہائی ناپسندیدہ قرار دیا۔ بلکہ محنت ومشقت کر کے رزق حلال کمانا عبادت میں شمار کیا اور حسنات آخرت کے ساتھ حسنات دنیا طلب کرنے کی تلقین کی۔

۳۔ لوگوں نے الفقر فخری کو باعث ثواب جانا لیکن آپ ﷺ نے فتنہ فقر سے پناہ مانگی (۲۰)، پس اسلام نے ان رکاوٹوں کوتو دور کیا جو انسان کو رزق حلال کی سعی سے روکنے کا ذریعہ بنتی ہیں لیکن عزت ووقار کا سودا کر کے کاسئہ گدائی پھیلا ناپسند نہ کیا۔

۴۔ لوگ اپنی کاہلی اور سستی کی وجہ سے سفر کرنے گریز کرتے ہیں لیکن تعلیمات نبوی سے ظاہر ہوتا ہے کہ سفر کو رکاوٹ نہ سمجھا جائے بلکہ کامیابی وکامرانی کا ذریعہ سمجھا جائے۔ ایک حدیث میں نبی رحمت ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک فرد کے دریائی سفر کا ذکر کیا۔ امام بخاری نے اس روایت کے لئے جو عنوان قائم کیا وہ ہے "**التجارة فی البحر**" یعنی تجارت کیلئے بحری سفر کرنا۔ پس کہا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک فرد کا واقعہ امت کو ترغیب دلانے کے لئے بیان کیا۔ اس پر خشکی اور ہوائی سفر قیاس کئے جاسکتے ہیں۔

پس اسلام نے ان رکاوٹوں کوتو دور کیا جو انسان کو رزق حلال کی سعی سے روکنے کا ذریعہ بنتی ہیں لیکن عزت ووقار کا سودا کر کے کاسئہ گدائی پھیلا ناپسند نہ کیا۔

عصر حاضر کے تناظر میں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ عمل اور کسب وسعی دو طرح کی ہیں اور دونوں تعلیمات نبوی سے ثابت ہیں:

۱۔ عمل بالید: یعنی ہاتھ سے کام کرنا اور تجارت وصنعت وحرفت۔

حدیث میں ہے: "**ما اکل احد طعاما قط خیرا من ان یاکل من عمل یده**" کسی نے ہرگز اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا جو وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائے۔

اور اس کے لئے ایک جلیل القدر نبی کی نظیر پیش کر کے عمل بالید کی عمرانی زندگی میں اہمیت وعظمت واضح فرمادی۔

"وان نبی اللہ داود علیہ السلام کا ن یاکل من عمل یدہ"۔

بے شک اللہ تعالی کے نبی داود علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے ۔امام بخاری نے اس روایت کے باب کا عنوان قائم کرتے ہوئے بھی اپنی فطری فقاہت کا ثبوت دیا۔باب ہی اس سلسلہ میں تعلیمات نبوی کو مبرہن کر رہا ہے۔عنوان یہ ہے: ''کسب الرجل وعملہ بیدہ"۔

ذہنی وفکری عمل:

اس دور میں Think Tank کی اصطلاح رائج ہوئی۔اسلام نے شروع ہی سے غور وفکر کی تلقین فرمائی ۔قرآن کریم نے مختلف انداز سے دعوت فکر دی اور اس کے لئے وہ تمام الفاظ استعمال کئے جو انسانوں کو اس فکری کام کی طرف متوجہ کر سکتے تھے۔مادہ عقل کے مشتقات کی تعداد ۴۹ ہے۔(۲۲ مرتبہ ﴿یعقلون﴾، ۲۴ مرتبہ ﴿تعقلون﴾ اور عقلوہ ، نعقل ، یعقلھا ایک ایک مرتبہ آئے ہیں)،تدبر کا لفظ ۴ مرتبہ،تفکر ۶ مرتبہ،تفقہ ۲۰،تذکر ۲۶۹ مرتبہ استعمال ہوئے جو ساکنان زمین کو مخلوقات میں انتہائی گیرائی وگہرائی سے دعوت غور وفکر دے رہے ہیں ۔اس فکری مشقت کو انجام دینے والے لوگوں کو اولوالالباب Men of Intelect قرآن میں یہ لفظ ۱۶ آیات میں آیا ہے) قرار دیا۔(لب خالص عقل کو کہتے ہیں۔مجدالدین فیروز آبادی لکھتے ہیں''کل لب عقل، ولیس کل عقل لبا" جلد۴ ص ۴۱۴)۔

عمل بالفکر کی اہمیت اور اسلام میں اس کا مقام واضح کرتے ہوئے عبید اللہ فہد لکھتے ہیں:

"The rational thinking in Islam is treated as one of the religious obligations of Muslim Ummah whille the intelllectual activities are considered as their unavoidable duties".

ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اس دور میں فکری ارتقاء باطن سے خارج کی طرف ہے جو ہیجان خیز مادی قدروں کو جنم دے رہا ہے جبکہ اسلامی فکری ارتقاء روحانی قدروں کو جنم دیتا ہے اور کائنات کی بے کراں وسعتوں میں تدبر، تفکر اور تعقل سے ایمان کا نور بڑھانے کی تلقین کرتا ہے۔ اسی کے نتیجہ میں "علم نافع" وجود میں آتا ہے۔ اقبال نے اس نکتہ کی وضاحت یوں کی ہے۔

فقر قرآں اختلاط ذکر و فکر

فکر را کامل ندیدم جذبہ ذکر

(ج) نفسیاتی طریقہ سے خاتمہ کے لئے اقدامات:

رحمت عالمیاں ﷺ انسان کی نفسیاتی خامیوں اور کوتاہیوں سے آگاہ تھے۔ انسان فطری طور پر عزت و وقار اور معاشرہ میں مقام و مرتبہ کا خواہاں ہے۔ اسی لئے آپ نے گداگری کے انسداد کے لئے اس پہلو سے بھی تدارک کیا۔ صاحب جوامع الکلم نے ایک ہی

جملہ میں گداگری کے مذمت بھی فرمادی اور عزت ووقار کے تحفظ کا طریقہ بھی ارشاد فرمادیا۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ منبر پر صدقہ کا وعظ فرمارہے تھے اور سوال نہ کرنی کی نصیحت کر رہے تھے اس وقت آپ نے فرمایا''
الید العلیا خیر من الید السفلی، والیدالعلیا المنفقة والسفلی السائلة
''(۲۱)۔

اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے اوراوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا اور نچلا ہاتھ سوال کرنے والا ہے،

یہ وہ انداز فکر ہے جو شفیع امت ﷺ نے ہمیں عطا فرمایا۔علاوہ ازیں صدقات وخیرات کے فضائل میں آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ بھی اسی نفسیاتی پہلو کا حصہ ہے۔

صلہ رحمی اور قرابت داری کا خیال:

معاشرتی سطح پر تعلیمات نبوی میں یہ امر واضح طور پر سامنے آتا ہے کہ آپ ﷺ نے صاحب حیثیت افراد کے لئے یہ لازم قرار دیا کہ وہ صدقات واجبہ ونافلہ کا آغاز اپنے قریبی افراد خاندان سے کریں اس طریقہ سے کسی بھی معاشرہ میں ضرورت منداور محتاج افراد باقی نہیں رہتے۔صحیح مسلم کے ایک باب کا عنوان''فضل النفقة والصدقة علی الاقربین والزوج والاولاد والوالدین ولوکانوا مشرکین'' کہ اقرباء خاونداولاد اوروالدین پرخرچ کی فضیلت خواہ وہ مشرک ہوں ۔اس باب سے واضح ہوتا ہے کہ قریبی ضرورت مند افراد پرخرچ کرنے کا اجر دوہرا ہے ایک ثواب صلہ رحمی کا اور دوسرا صدقہ کا۔نبی کریم ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو باغ اپنے رشتوں داروں میں تقسیم کرنے کا مشورہ دیا تو آپ نے اسے اپنے رشتہ داروں اور عم زادہ بھائیوں میں تقسیم کردیا۔

معاشرتی فلاح و بہبود کے ضمن ضرورت مند سائلین کے خاتمہ کے لئے یہ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔

گداگری کے اسباب اور اسکی مختلف صورتیں:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے گداگری کے اسباب اور اسکی مختلف شکلوں پر دلچسپ گفتگو کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ "بعض پیشے ایسے ہیں جنہیں اپنانے کے لئے ابتدا میں تھوڑی سی محنت اور کوشش کے علاوہ کچھ سیکھنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور کچھ لوگ لڑکپن میں انہیں سیکھنے سے غفلت برت جاتے ہیں یا کسی اور وجہ سے نہیں سیکھ سکتے۔ چنانچہ وہ کسی صنعت یا حرفت سے واقف نہ ہونے کے سبب روزی نہیں کما سکتے۔ لہذا وہ دوسروں کی محنت کا پھل کھانے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ اس طرح دو گھٹیا پیشے معرض وجود میں آتے ہیں۔ ایک چوری اور ڈاکہ زنی، دوسرا بھیک مانگنا اور گداگری۔ عامۃ الناس چوروں اور گداگروں دونوں کے بارے میں محتاط رہتے ہیں اور ان سے اپنے مالوں کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ ان دونوں گروہوں کو دوسروں کے مالوں پر قبضہ کرنے کے لئے مختلف حیلے اور تدابیر سوچنی پڑتی ہیں۔ جہاں تک چوروں اور ڈاکوؤں کا تعلق ہے ان میں ایک تو وہ ہیں جو اپنے بہت سے ساتھی تلاش کر لیتے ہیں اور خود ان کے سرغنہ بن کر راہ زنی کرتے ہیں اور جو ان میں کمزور ہوتے ہیں وہ مختلف حیلوں مثلاً نقب زنی وغیرہ کے ذریعے مال لوٹتے ہیں اور جہاں تک گداگروں کا تعلق ہے جب وہ دوسروں کا محنت سے کمایا ہوا مال حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ مشقت اٹھاؤ اور تم بھی دوسروں کی طرح کام کرو اور انہیں کچھ نہیں دیا جاتا تو وہ لوگوں کا مال اینٹھنے کے مختلف حیلے بہانے اختیار کرتے ہیں اور اپنی بیکاری کے مختلف عذر تلاش کرتے ہیں کچھ وہ ہیں جو اپنے بچوں کو ساتھ لیکر مکاری سے اندھوں کی ایک جماعت بنا کر نکلتے ہیں تاکہ لوگ انہیں معذور جان کر کچھ دیں۔ کچھ وہ ہیں جو اپنے اپنے آپ کو اندھے یا اپاہج

دیوانے یا بیمار ظاہر کرتے ہیں تا کہ لوگوں کے اندر جذبہ ترحم پیدا ہو اور انہیں کچھ دے دیں، جو لوگوں کو متحیر کرنے والے بعض اقوال وافعال سیکھ لیتے ہیں جن سے لوگ متاثر ہو کر انہیں کچھ دے دیتے ہیں مثلاً ٹھٹھا مخول نقل اتارنا، شعبدہ بازی، مضحکہ خیز حرکات، عجیب وغریب اشعار، مقفی و مسجع نثری کلام وہ اشعار جو دلوں کو بہت متاثر کریں یا وہ جو انسان کے سفلی جذبات کو ابھاریں، کچھ ایسے کام ہیں جن پر معاوضہ تو لیا جائے مگر وہ معاوضہ نہ سمجھا مثلاً تعویذات وغیرہ کا کاروبار، جن کا بیچنے والا بچوں اور جاہل لوگوں کو دھوکہ سے یہ کہتا ہے کہ یہ تعویذات مختلف امراض کا مداوا ہیں۔

یہ فال نکالنے والا، ستارہ شناس، رمال، ممبروں پر چڑھ کر مانگنے والے واعظ بھی انہیں لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کے دلوں کو مختلف حیلہ سازیوں سے متاثر کر کے ان سے روپیہ بٹوریں۔ مانگنے اور سوال کرنے کی یہ حیلہ سازیاں تعداد میں ہزار دو ہزار سے متجاوز ہیں (۲۲)۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ تجزیہ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی اتنا ہی سچا ہے جتنا کہ آپ کے زمانہ میں تھا۔

پیشہ ور گداگر اور حکومتی ذمہ داریاں

پیشہ ور گداگروں کے مختلف حیلوں بہانوں کا ذکر کرنے کے بعد علامہ غلام رسول سعیدی حکومتی ذمہ داری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''مقروض کے لئے ادائیگی قرض کے واسطے سوال کی اجازت اس وقت ہے جب اس نے کسی جائز ضرورت کی وجہ سے قرض لیا ہو۔ اگر کسی گناہ کی خاطر قرض لیا ہے تو سوال کی اجازت نہیں، فاقہ زدہ کے لئے اس کی قوم کے تین ذی عقل آدمیوں کی گواہی بطور استحباب ہے ورنہ دو آدمیوں کی گواہی بھی کافی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشہ ور گداگری اسلام میں ناجائز ہے اور اسلامی حکومت پر فرض ہے کہ

پیشہ ور گداگروں کے خلاف قانونی کاروائی کرے۔ آج کل بعض لوگ مصنوعی طور پر اور بعض عمداً معذور بن جاتے ہیں اور اپنے ہاتھ پیر خراب کر کے ایسی وضع اختیار کرتے ہیں کہ دیکھنے والوں کو ترس آئے اور زیادہ سے زیادہ بھیک ملے۔ ایمان کے بعد سب سے بڑی نعمت سلامتی اعضاء ہے یہ لوگ اللہ تعالی کی اس نعمت کو ضائع کرتے ہیں اور کفران نعمت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بعض لوگ میک اپ کا سہارا لے کر مصنوعی بیماریاں ظاہر کرتے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں، بعض مصنوعی طور پر نابینا یا لنگڑے بن جاتے ہیں ایسے تمام لوگوں کو گرفتار کر کے سخت سزا دینی چاہیئے تا کہ اس مکروہ پیشہ کی حوصلہ شکنی ہو اور پیشہ ور گداگری کی لعنت کا خاتمہ ہو (۲۳)۔

ایسے پیشہ ور لوگوں کے لئے حکومتی مداخلت کی تائید حضرت عمر کے اس طرز عمل سے ہوتی ہے: حضرت عمر نے ایک سائل کو سنا کہ مغرب کے بعد سوال کرتا تھا آپ نے کسی کو حکم دیا کہ اس کو کھانا دے دو۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے اس کی آواز دوبارہ سنی تو پھر پوچھا کہ میں نے اس سائل کو کچھ دینے کے لئے کہا تھا۔ عرض کیا گیا کہ اسے کھانا دے دیا گیا تھا۔ آپ نے اس سائل کی جھولی دیکھی تو وہ روٹیوں سے بھری ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا تو سائل نہیں تاجر ہے۔ پھر جھولی لے کر زکاۃ کے اونٹوں کے سامنے ڈال دی اور سائل کو درے مارے"۔

حضرت امام غزالی نے آپ کے اس فیصلہ کو مدبرانہ اور فقیہانہ قرار دیا (۲۴)۔

حوالہ جات

۱۔ صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب النہی عن المسئلة

۲۔ صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب الاستعفاف عن المسئلة

۳۔ صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب النہی عن المسئلة

۴۔ صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب النہی عن المسئلة

۵۔ محمد غزالی امام احیاء العلوم (ترجمہ محمد احسن نانوتوی) مکتبہ رحمانیہ لاہور، جلد ۴،ص ۳۴۵۔۳۴۶

۶۔ اصلاحی امین احسن، تدبر قرآن، فارن فاؤنڈیشن لاہور جلد ۸،ص ۵۳۶

۷۔ سورۃ الجمعۃ آیت ۹۔۱۰

۸۔ سورۃ المزمل آیت ۲۰

۹۔ محمد کرم شاہ پیر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور جلد ۵ص ۴۱۰

۱۰۔ العمل فی الاسلام، عیسیٰ عبدہ

۱۱۔ بخاری کتاب الاجارہ

۱۲۔ علی ندوی، ابوالحسن۔ نبی رحمت۔ ادارہ نشریات اسلام کراچی ص ۲۵۷۔

۱۳۔ نبی رحمت ص ۳۲۸

۱۴۔ مصدر سابق ۵۹۹

۱۵۔ صحیح بخاری کتاب البیوع صحیح مسلم کتاب الزکاۃ

۱۶۔ صحیح البخاری کتاب البیوع

۱۷۔ مصدر سابق باب کسب الرجل وعملہ بیدہ

۱۸۔ محمد شفیع مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی جلد ۶، ص ۴۳۰

۱۹۔ القرضاوی، یوسف، اسلام اور معاشی تحفظ (ترجمہ عبد الحمید صدیقی) البدر پبلی کیشنز لاہور ص ۴۴

۲۰۔ صحیح مسلم کتاب الذکر، الدعوات والتعوذ

۲۰۔ا علی گڑھ مسلم یونیورسٹی انڈیا میں ادارہ علوم اسلامیہ کے زیر اہتمام قرآن اور سائنس سے متعلق ایک سیمینار ہوا جس میں اردو اور انگریزی میں ۳۷ مقالات پڑھے گئے۔ درج بالا معلومات عبید اللہ فہد کے انگریزی مضمون سے ماخوذ ہیں، جو انگریزی حصہ کے ۲۰۸۔۲۲۳ صفحات پر محیط ہیں۔

۲۱۔ صحیح بخاری کتاب الزکاۃ باب بیان ان الید العلیا خیر۔۔۔

۲۲۔ اسلام اور معاشی تحفظ ص ۴۹۔۵۰

۲۳۔ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، فرید بک اسٹال لاہور جلد ۲، ص ۵۶۹۔۹۶۶۔

۲۴۔ احیاء علوم الدین (مترجم) جلد ۴ ص ۳۴۷۔

۲۵ سورۃ الانعام آیت ۳۸۔